کلامِ فروغ

○

مرتبہ
محبوب علی خاں اخگر قادری

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

- نام کتاب :۔ کلامِ فروغ
- نام مرتب :۔ محبوب علی خاں اخگر
- صفحات :۔ (۴۰)
- تعداد :۔ (۵۰۰)
- سنِ اشاعت :۔ ۱۹۹۸ء مئی
- قیمت :۔ تیس روپے Rs. 30/-
- کتابت :۔ محمد عبدالرؤف
- سرورق :۔ سلام خوشنویس
- طباعت :۔ دائرہ پریس، چھتہ بازار حیدرآباد
- طباعت سرورق :۔ سن سلک اسکرین پرنٹرس
سلام خوشنویس ۔ Ph: 4412209
- بائنڈنگ :۔ حفیظیہ بک بائنڈنگ ورکس، چھتہ بازار حیدرآباد
- بہ اہتمام :۔ محمد جعفر علی خاں فہیم۔

:ملنے کے پتے:

- حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان۔ حیدرآباد ۲
- اسٹوڈنٹ بک ہاؤس، چار کمان۔ حیدرآباد۔
- سلام خوشنویس ۳۸-۳۶-۷-۱۷ یاقوت پورہ مسجد کمیلہ روڈ
حیدرآباد ۲۳ فون: 4412209
- مکان مرتب :۔ نصیب منشن 2/17/ 19.3.262 جہاں نما
حیدرآباد 53، فون: 4570225

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنتساب

حضرت فروغ حیدرآبادیؒ کے صاحبزادے
جناب محمد عبدالعزیز فاروقی کے نام ——
جو، بیاسی سال پورے کرنے کے باوجود وضعداری
سے اپنی سانسیں پوری کر رہے ہیں! ——

اختر

حضرت فروغ بہ یک نظر

نام :۔ محمد عبدالولی فاروقی عرفیت ولی میاں تخلص فروغ

ولدیت :۔ محمد عباس علی فاروقی مرحوم وکیل ہائیکورٹ چاوڑی سلیمان جاہ میں

تاریخ پیدائش :۔ [illegible] مسجد اہل حدیث ان ہی کی تعمیر کردہ ہے۔

مقام پیدائش :۔ حیدرآباد۔

سکونت :۔ بچی براق، چاوڑی سلیمان جاہ، جیپلہ پورہ،

اولاد :۔ صرف ایک فرزند عبدالعزیز فاروقی جو اس وقت بقید حیات اور گولکنڈہ میں مقیم ہیں۔

پیشہ :۔ مختلف محکمہ جات میں رہے لیکن کہیں مستقل نہ رہ سکے البتہ مہاراجہ کشن پرشاد شاد کے دربار سے انتقال تک وابستہ رہے۔

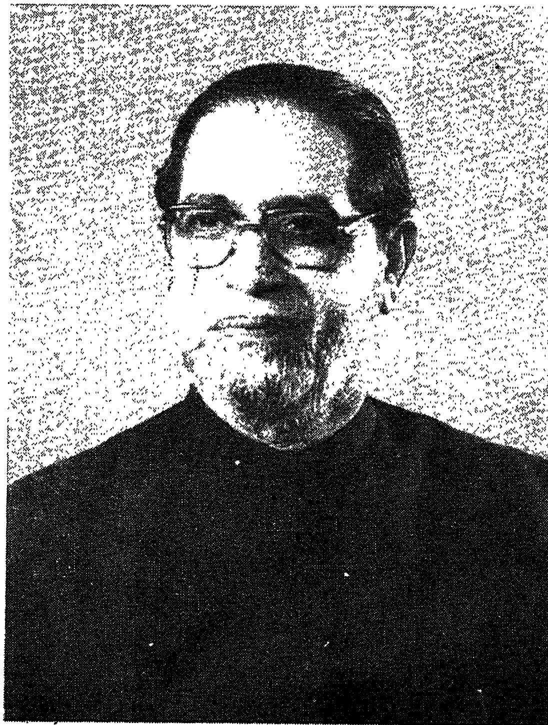
اساتذہ :۔ شمس الحق بیکش، حکیم میر نوازش علی لمعہ، داغ دہلوی

تاریخ وفات :۔ ۷ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ م ۲۸ اپریل ۱۹۲۹ء روز یکشنبہ

مقام وفات :۔ عثمانیہ دواخانہ بہ عمر ۵۰ سال ٥ تدفین :۔ قبرستان دال منڈی قریب پل مسلم جنگ

ہمعصر شعراء :۔ ۱۔ خلد مکانی نواب میر محبوب علیخاں آصف ۲۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد ۳۔ نواب مشرف جنگ فیاض ۴۔ نواب عزیز یار جنگ عزیز ۵۔ سید رضی الدین حسن کیفی ۶۔ جلیل مانک پوری (جلیل حسن) ۷۔ نواب اختر یار جنگ اختر مینائی ۸۔ عبداللہ خان ضیغم ۹۔ شہزادہ حافظ مرزا منیر الدین ضیا گورگانوی ۱۰۔ سید محمد کاظم حسین شیفتہ کنتوری ۱۱۔ علی حیدرآبادی ۱۲۔ تبرک علی شاہ ترکی ۱۳۔ میر خیرات علی خاں سخی ۱۴۔ سید احمد حسین امجد ۱۵۔ بستیل پرشاد خرم ۱۶۔ حکیم ظہور احمد ظہور دہلوی۔

تلامذہ :۔ بدیع الدین بیاں، ہاشم علی ضو، نظام الدین عارف عبدالحمید خاں خیالی، حافظ ابونعیم عشق، ابوالخلیل سید غوث یقین بہبود علی صفی اورنگ آبادی۔



مُحَمَّد نُورُ الدّین خان

محمد نورالدین خاں

ایک ادبی کام!

استاد سخن صفی اورنگ آبادی کے اساتذہ شہزادہ حافظ مرزا منیرالدین ضیا گورگانی، ظہور احمد دہلوی، عبدالولی فروغ اور سید رضی الدین حسن کیفی کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے ظہور دہلوی کا بس نام ہی نام ہے نہ حال نہ احوال۔ ان کا ایک شعر بھی کہیں دیکھا نہ سنا۔ فروغ حیدرآبادی کے حالات زندگی اور شاعری سے بھی آگاہی نہیں ہے۔ فروغ کی غزلیں ضرور قدیم رسائل اور گلدستوں میں ملتی ہیں مگر اس سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔

ابھی حال میں جناب محبوب علی خاں اخگر نے بتایا کہ انہوں نے محترم عبدالسلام خوشنویس کے توسط سے جناب فروغ کے فرزند عبدالعزیز صاحب فاروقی کو دریافت کرلیا ہے اور بہت جلد مستند اور مکمل حالات زندگی کے ساتھ فروغ کا غیر مطبوعہ دیوان مرتب و شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ ہر آدمی کا یہ حوصلہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کساد بازاری کے دور میں دوسرے کا دیوان اپنی جیب خرچ سے چھپوائے "توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے" کی مصداق جناب اخگر جب کسی کام کے کرنے کا عزم کر لیتے ہیں تو اسے بڑی خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا دیتے ہیں۔ یوں بھی "دبستان صفی" سے انہیں بڑی جذباتی وابستگی ہے۔ اسی وابستگی کا کرشمہ ہے کہ صفی پر انھوں نے بہت کچھ کام کیا ہے ان کی کتابیں شائع بھی ہوئی ہیں خاص طور سے دو کتابیں "تلامذہ صفی اورنگ آبادی اور اصلاحات صفی اورنگ آبادی" ایسی یادگار کتابیں ہیں جن کی مثال دکن تو دکن شمالی ہند کے لٹریچر میں نہیں ملتی۔ جناب صفی سے ان کے اسی جوش عقیدت کا ولولہ ہے کہ صفی کے استاد فروغ کے حالات اور دیوان شائع کرنے

وہ کمربستہ ہوئے لیکن ان کے ساتھ المیہ یہ ہوا کہ بہت مختصر حالات اور بہت مختصر کلام ان کے پلے پڑا اور دستیاب ہو سکا۔ تفصیلات انہوں نے اس کتاب میں بتادی ہیں۔ جناب اخگر ہار ماننے والے کب ہیں۔ ایسے وقت جب دشوار مقامات آتے ہیں تو ان کا ذوقِ طلب اور بڑھ جاتا ہے چنانچہ جو بھی ملا جتنا بھی ملا، اپنے عزم کو عملی جامہ پہنا کر ہی دم لیا۔

جناب فروغ غزل کے خوش گو اور خوش فکر سخنور تھے۔ اپنے استاد داغ کا رنگِ تغزل ان کی غزلوں میں جھلکتا ہے۔ "پڑھیئے تو معلوم ہوتا ہے کہ داغ کا انداز اس دیوان میں ہے"۔ دکن میں وہ استادی کے درجہ پر فائز تھے ان کے شاگردوں میں کئی معروف شعرا کے نام آتے ہیں۔ ان کے لیے یہ اعزاز کیا کم ہے کہ دکن کے مایہ ناز استاد سخن صفی اورنگ آبادی نے ان کے آگے زانوے ادب تہہ کیا اور کلام پر اصلاح لی۔ اگر ان کا مکمل دیوان دستیاب ہو جاتا تو یقیناً ان کے کمالِ فن کا نمونہ ہوتا۔ ان کی غزلوں کے یہ چند اوراقِ پریشاں جنھیں جناب محبوب علی خاں اخگر نے شائع کیا ہے بہت بڑی ادبی خدمت ہے۔ دکن کے گمنام شاعر کا اربابِ ذوق سے یہ تعارف بہت مقبول اور خوش گوار ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہے۔ تبرک ہے۔ ہدیہ ہے اور غنیمت ہے جناب اخگر یقیناً ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

■■

محمد نور الدین خاں

۲۱۔۴۔۱۹۹۸ء

دیوڑھی مشرف جنگ ضیائی

[illegible] حیدرآباد



محبوب علی خان اخگر

محبوب علی خاں اخگر

کلامِ فروغ ـــــ "ایک کھوج"

اس مختصر مجموعۂ کلام کی اشاعت کی توفیق یوں حاصل ہوئی کہ سلام خوشنویس صاحب سے، میں نے اپنا مجموعہ کلام "شعارِ سخن" پیش کرنے کے لیے ملاقات کی۔ سلام صاحب نے ورق پلٹنا شروع کیا اور شجرۂ اساتذہ پر پہنچے تو کہنے لگے ـــ حضرت فروغ حیدرآبادیؒ سے میری رشتہ داری یوں ہے کہ موصوف کے صاحبزادے جناب محمد عبدالعزیز فاروقی صاحب میرے سمدھی ہیں اور حضرت صفی اورنگ آبادیؒ، فروغ حیدرآبادی کے یکے از شاگرد رہے ہیں ـ میں نے ان کے یہاں فروغ صاحب کی کچھ غزلیں دیکھی ہیں جو اِمتدادِ زمانہ کے باوجود محفوظ ہیں" ـــ پھر کیا تھا میری جستجو بڑھی اور سلام صاحب کو ساتھ لے کر فاروقی صاحب کے گھر گولکنڈہ پہنچا۔ ملاقات ہوئی اور وہ غزلیں ہمدست ہوئیں، ایک کاپی میں ان کی صاحبزادی نے لکھ رکھا تھا۔ جب شمار کیا تو صرف (۱۶) غزلیں برآمد ہوئیں۔ پھر ذرا جستجو کی تو ایک غزل رسالہ "پیامِ محبوب" سے جناب حسین یافعی صاحب نے فراہم کی اور دو غزلیں جناب نورالدین خاں صاحب نے تلاش کرکے فراہم کیں اس طرح کل (۱۹) غزلوں کا یہ مجموعہ کلامِ فروغ" کے نام سے میں نے اس عقیدت کے ساتھ شائع کیا ہے کہ میرے دادا اُستاد کا کلام ہے شائع ہو جائے تو بہتر رہے گی۔

فاروقی صاحب جو فروغ حیدرآبادی کے واحد بڑے صاحبزادے ہیں ۸۲ برس کی عمر کے بیاسی سال پورے کر چکے ہیں، مشکل سے چل پھر رہے ہیں، گفتگو کرنے سے پہلے یادداشت جمع کرتے ہیں پھر بولتے ہیں ۔ بات چیت سے اندازہ ہوا کہ نظام کالج کے گریجویٹ ہیں، ان کے ساتھیوں میں چند اب بھی اہلِ ثروت اور علمی قد آور شخصیتیں زندہ ہیں۔

وضعداری سے سانسیں پوری کر رہے ہیں۔ کاش موصوف سے اگر آج سے پانچ سال پہلے بھی ملاقات ہوجاتی تو حضرت صفیؔ کے بارے میں یقیناً کچھ کار آمد باتیں معلوم ہوجاتیں۔ سلام صاحب کے ذریعہ فاروقی صاحب کے بارے میں جو معلومات ہوئیں تو اندازہ ہوا کہ آج سے بیس سال پہلے تک یہ خالص علمی ماحول رکھتے تھے، قرآن فہمی اور علمِ حدیث کا درک رکھتے تھے۔ حیدرآباد کے اکثر اُمراء کے بارے میں ان کی معلومات سند کا درجہ رکھتی تھیں۔ وقت نے کس کو چھوڑا ہے، جو ان کو بخشتا۔ بہرحال، مزاجاً چونکہ میں کھوجی واقع ہوا ہوں اور اس امید کے ساتھ اپنی یہ مختصر کھوج آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ ایک... پیاسے کو ایک بوند بھی مل جائے تو حلق تو تر ہوسکتا ہے۔ تشنگی تو سمندر پی لینے کے بعد بھی تشنگی ہی رہتی ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ میں اس مختصر مجموعہ کے معاونین کا شکریہ ادا کروں۔ معاونت کو کمیت یا مقدار کے لحاظ سے تولا نہیں جاسکتا۔ میں مشفقم محمد نورالدین خاں صاحب، محترم حسین یافعی صاحب، برادرم سلام خوشنویس و محمد عبدالروف خوشنویس صاحبان، ارکینِ دائرہ پریس و حفیظیہ بُک بائنڈنگ ورکس کا ممنون و مشکور رہوں کہ ان تمام کا تعاون اب تک شاملِ حال ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز

اخگر

اِس قدر محوِ تصوّر ہوں ستم گر تیرا
مُجھ کو غربت میں نظر آنے لگا گھر تیرا

نشۂ مے کی بجھی پیاس نہ کچھ بھی افسوس!
نام سُنتے تھے بڑا چشمۂ کوثر تیرا

اپنے پامالیِ دِل کا مجھے افسوس نہیں
دیکھ ظالم نہ بگڑ جائے کہیں گھر تیرا

وہ بھی ہیں لوگ جو ہم بزم رہا کرتے تھے
ہم تو جیتے ہیں فقط نام ہی لے کر تیرا

جلوۂ طور کو کچھ اُس کی نظر سے بھانپا
جس نے دیکھا ہے جمالِ رُخِ انور تیرا

زندگی اُس کی نصیب اُس کے ہیں راتیں اُس کی
جس کو ہو جلوۂ دیدار میسّر تیرا

ہجر تو کشش تربت کی تھی لے آنے کی
اے فروغِ جگر افگار مقدّر تیرا

رنگ دیکھا تری طبیعت کا
ہو چکا اِمتحاں محبّت کا

یہی نقشہ رہا جو فرقت کا
بُت بنا لیں گے تیری صورت کا

نہ مِلو تم گلے رقیبوں سے
خُون ہوتا ہے میری حسرت کا

تیری رفتار نے نشان دیا
نام سُنتے تھے ہم قیامت کا

دیکھتا ہوں پری جمالوں کو
مجھ کو لپکا ہے اچھی صورت کا

مِلتی جُلتی ہے زُلفِ شب گوں سے
کیا مقدّر ہے شامِ فرقت کا

تیری ٹھوکر سے آ گئے او ظالم
پاؤں جمتا نہیں قیامت کا

وہ مِرے حال پر ترے الطاف
وہ زمانہ تری محبّت کا

سُن کے دشمن کی بات پی جاؤں
مقتضا یہ نہیں ہے غیرت کا

وہ بِگڑتے ہیں مجھ سے بَن بَن کر
رنگِ رُخ رنگ ہے طبیعت کا

جانتے ہیں فروغ کو ہم بھی
اِک یہی شخص ہے مُروّت کا



کس سے لڑائی آنکھ کہاں دِل فِدا ہُوا
اپنے تصور پہ بھی تم ہم سے خفا رہے

دو دِن کے حُسن پر نہ کرو ناز اِس قدر
کس کی ہوا رہی جو تمہاری ہوا رہے

ناکام کب تلک رہے تجھ سے ترا فروغ
کب تک تری اداؤں پہ ظالم مِٹا رہے



اب کہاں لطف دِل لگانے کا
طور بے طور ہے زمانے کا

تم نہ اُلٹو نقاب چہرے سے
دِل اُلٹ جائے گا زمانے کا

دِل پہ لگتا ہے تیر اے صیّاد
تذکرہ کر نہ آشیانے کا

ہجرِ دشمن ہیں تم بھی ہو بے تاب
ہے یہ بدلہ مرے ستانے کا

کہہ گئے آ کے میری نعش پہ وہ
یہ نتیجہ ہے دِل لگانے کا

وہ تصوّر میں بھی نہیں آتے
کیا ٹھکانا ہے مُنہ چھپانے کا

کچھ اُٹھا لو مزے جوانی کے
یہ زمانہ نہیں پھر آنے کا

تنکے اُڑ اُڑ کے دے رہے ہیں مجھے
کچھ پتہ میرے آشیانے کا

تجھے طبیعت میں ولولے کیسے
اب ہے ارمان دِل لگانے کا

غیر کی بھی جب آزمائش ہو
پھر مزہ کیا ستم اُٹھانے کا

تم بھی اچھے رقیب بھی اچھے!
مَیں بُرا ہی سہی زمانے کا

وہ تو ہیں میری شکل سے بیزار
ذکر ہی کیا ہے آنے جانے کا

تم کو معشوق کون کہتا ہے
تم تو دِل بن گئے زمانے کا

میرے اِظہارِ شوق پر ظالم
ہائے انداز مُسکرانے کا

اے فروغؔ آفتاب ہے گویا
ایک اِک داغ کے گھرانے کا





وار اور پھر وار کس کا آپ کی تلوار کا
اب رفو مشکل سے ہوگا زخم دامن دار کا

خون رونا بے گناہی پر تری تلوار کا
اور ہنس دینا ہمارے زخم دامن دار کا

کس قدر پیکا ہے چشمِ شوق کو دیدار کا
بن گیا تارِ نظر آخر تصوّر یار کا

سیج پر گزری مگر گزری شبِ وصل اس طرح
چٹکیاں لیتا رہا دھڑکا فراقِ یار کا

رشکِ دشمن ہی سے بھڑکی آتشِ عشقِ حبیب
پھول کی وقعت بڑھاتا ہے کھٹکنا خار کا

جاؤ اپنی راہ لو قاتل یونہی ہوتے ہیں کیا؟
آج تک تم کو نہ آیا باندھنا تلوار کا

دل ہمارا آپ ہی بڑھ کر نشانہ ہوگیا
تیر چھٹنے بھی نہ پایا تھا نگاہِ یار کا

قتل گاہ میں کام کر جاتا ہے تیرا بانکپن
وار ہو جاتا ہے ہر انداز میں تلوار کا

بڑھ گیا تیری کھچاوٹ کا یہاں تک تو اثر
مجھ سے اب کھنچتا ہے سایہ بھی تری دیوار کا

دردِ الفت کو چھپایا رازِ الفت کی طرح
واہ کیا کہنا ہمارے زخم دامن دار کا

پاس تو آؤ تمہیں کیا کھائے جاتا ہے فروغ
جانِ عاشق، وہ تو بھوکا ہے فقط دیدار کا



منہ سے تو کہہ رہے ہو کہ آئیں گے ہم ضرور
تیور بتا رہے ہیں کہ آیا نہ جائے گا

مرے رونے سے اِتنا ہو گیا ہے دل ستم گر کا
بھرم رکھ لے الٰہی آج میرے دیدۂ تر کا

لہو چاٹا جگر کا خون چوسا جانِ مضطر کا
مزہ چکھا تری آنکھوں نے اے سفّاک گھر گھر کا

تصدّق دل کیا کس پر تمہیں پر تو کیا میں نے
بھلا اس بزم میں تھا آنے والا کون باہر کا

شبِ فرقت کی بے تابی سے دِل اُکتا گیا میرا
کہیں ہو بھی چکے یارب جو ہونا ہے مقدّر کا

تصدّق کیوں نہ ہوں سو جان آگے چشمِ تصور کے
کھنچا رہتا ہے نقشہ سامنے رُوئے منوّر کا

مری وحشت کے ہاتھوں جو نہ ہونا تھا ہوا آخر
بنا کیا دیکھتے ہی دیکھتے نقشہ مرے گھر کا

عجب انداز سے طے ہو رہی ہے منزلِ جاناں
نہ مجھ کو پاؤں کی دُھن ہے نہ مجھ کو دھیان ہے سر کا

مری بے چینیوں کی قدر کیا ہوگی زمانے کو
کوئی مضطر سے پوچھے حال کیا ہوتا ہے مضطر کا

تری رفتار تو بس مختصر رفتار ہے تیری
کہاں صورت قیامت کی کہاں نقشہ یہ محشر کا

تمہاری مست آنکھیں چاہنے والے کو کافی ہیں
تمہارا دیکھنے والا نہیں محتاج ساغر کا

تری کافر ادائیں کیا کہوں کیا کر گزرتی ہیں
نہ ایسا گھاؤ خنجر کا نہ ایسا زخم نشتر کا

محبت، عشق، دل آنا یہ سب کہنے کی باتیں ہیں
یہ دنیا ہے کوئی دم کی تماشا ہے گھڑی بھر کا

ہزاروں ہیں دکن میں ہیں ہیں سیکڑوں شاعر
فروغ اک نام لیوا ہیں نہیں داغِ سخنور کا



کلامِ فروغ

مچلتی ہے مرے سینے میں تیری آرزو کیا کیا
لیے پھرتی ہے تیری چاہ مجھ کو کُو بہ کُو کیا کیا

رہی ہے بعدِ مُردن بھی تمہاری جستجو کیا کیا
غبارِ خاکِ مرقد اُڑ رہا ہے چارسو کیا کیا

کبھی عاشق کو سمجھایا کبھی غیروں کو بہلایا
فریب آمیز ہیں چالیں تری او حیلہ جُو کیا کیا

رہائی دی مجھے قیدِ علائق سے عنایت کی
کسی کی تیغ کا ممنون ہے میرا گلو کیا کیا

بہاریں لُوٹتا ہوں آپ کے تشریف لانے میں
پھلا پھُولا ہے میرا آج نخلِ آرزو کیا کیا

تمہیں بھی یاد ہیں کچھ قول و اقرار و قسم اپنے
ہوئی تھی درمیاں میرے تمہارے گفتگو کیا کیا

خیالِ ہجر سے حالت تغیّر ہوتی جاتی ہے
اُڑا جاتا ہے میرے دل سے رنگِ آرزو کیا کیا

تمہارے واسطے سُن لیتے ہیں ہر ایک کی باتیں!
ہمیں کہہ جاتے ہیں باتوں ہی باتوں میں عدو کیا کیا

عدُو کی منتیں کی ہیں قدم چومے ہیں درباں کے
فروغِ بے سر و ساماں ہوا بے آبرُو کیا کیا



الٰہی آسماں ٹوٹے کبھی شب ہائے فرقت پر
پڑے ہیں جان کے لالے مصیبت ہے مصیبت پر

جفا کی لے کے دل ہم سے چلا یار مل کے دشمن سے
مگر دعویٰ باطل تھا ہمارا اسکی الفت پر

سیہ بختی کا اپنی کھل گیا ہے نامۂ اعمال
اندھیرا چھا گیا ہے دیکھنا صبح قیامت پر

انھیں روتے ہوئے دیکھا ہے اکثر ہجر دشمن میں
خدا کی شان ہے ہنستے تھے جو میری مصیبت پر

مجھے وہ دیکھتے ہی نیلی پیلی آنکھیں کرتے ہیں
مری تقدیر کا لکھا نظر آتا ہے صورت پر

یہ کس ناکام الفت کے ہے ماتم کی سیاہ پوشی
الٰہی چھا گئی کیسی اداسی شام فرقت پر

بہانہ ہے ہماری جان لینے کے لیے یہ بھی
کسی کا وعدۂ دیدار اور وہ بھی قیامت پر

مری طرح سے آوارہ ہے یہ بھی کوہِ صحرا میں
جمایا رنگ اپنا بختِ برگشتہ نے قسمت پر

مجھے اب آنکھ بھر کر تم سے بھی دیکھا نہ جائے گا
تمہارے حُسنِ عالم تاب کا پرتو ہے صورت پر

کبھی ہوں گی پشیماں بھی تم اپنے ظلم بے جا سے
تمہیں بھی رحم آئے گا کبھی بیمارِ فرقت پر

بھری محفل میں برسا اور وہ بھی غیر کے آگے
فقط اتنا کہا تھا میں فدا ہوں تیری صورت پر

مرے ہوتے کبھی اغیار کے گھر یہ نہ جائے گی
وفاداری مری سایہ فگن ہے شامِ فرقت پر

زمانے کی دورنگی سے اُمنگیں ہٹ گئیں ساری
کبھی تھا ناز ہم کو بھی فروغ اپنی طبیعت پر





دل نہیں ملنے کا پھر میرا ستمگر ٹوٹ کر
چیز یہ ایسی نہیں جڑ جائے گی جو پھوٹ کر

آج ہے دل میں مرے کل ہے عدو کی آنکھ میں
تجھ میں بھر دی ہے یہ ایسی کس نے شوخی کوٹ کر

اپنے بیگانوں کی نظریں پڑ رہی ہیں آپ پر
واہ کیا نامِ خدا نکلی جوانی پھوٹ کر

اس کا دشمن سے تعلق اس کا دشمن سے ملاپ
سُن رہا ہوں آج کل جو کچھ الٰہی جھوٹ کر

اب کہاں نظارۂ گل اب کہاں لطفِ چمن
ایک آفت میں پڑے ہیں ہم قفس سے چھوٹ کر

بے خبر سوتا ہے کوئی سیج پر آرام سے
ہچکیاں لے لے کے کوئی رو رہا ہے پھوٹ کر

دل نہ پگھلے اور کس کا دل مرا دل حیف ہے
نازنیں پھر نازنیں تجھ سا جو روٹھے چھوٹ کر

کلامِ فروغ

یہ نہ مانے گا نہ سمجھائے سے سمجھے گا کبھی
تجھ پہ دل آیا ہے میرا اے ستمگر ٹوٹ کر

یاس و غم، رنج و الم نے کر لیا ہے دل میں گھر
اے خوشئ وصلِ جاناں آئے دن بھی پھوٹ کر

اُف رے ذوقِ جستجو اللہ رے شوقِ کوئے دوست
گردِ رہ پیچھے رہی جاتی ہے مجھ سے چھوٹ کر

خاک اُڑتی ہے دلِ ویراں میں اب رکھا ہی کیا
یاس سب کچھ لے گئی ارماں و حسرت لوٹ کر

کیوں ستاتا ہے فروغِ مبتلا کو اس قدر
دل نہیں جُڑتا نہیں جُڑتا ستمگر ٹوٹ کر





وہ آئے بھی تو کب آئے ہیں میرے میہماں ہو کر
کہ بے ہوشی شریکِ غم ہوئی جب راز داں ہو کر

کسی کے جلوے دیکھے ہیں نگاہِ پاسباں ہو کر
کسی کے پاؤں چومے ہم نے سنگِ آستاں ہو کر

دکھا دوں گا تجھے میں عرصۂ محشر میں اے قاتل
کہے گا بے گناہی بھی مری خنجر زباں ہو کر

چھپائے سے کہیں چھپتی ہے وصلِ غیر کی باتیں
ستمگر تیری چتون خود ہی کہہ دے گی زباں ہو کر

صبا یہ کیا کیا تو نے چھڑایا ساتھ برسوں کا
بچھڑ کر رہ گیا میں ہائے گردِ کارواں ہو کر

عدو کے سامنے میری شکایت آپ کرتے ہیں
مرا دل، میری جاں، میرا دہن میری زباں ہو کر

شریکِ کارواں چلنے نہیں دیتی ہے ناکامی
گرے جاتے ہیں ہم ہر ہر قدم پہ ناتواں ہو کر

کبھی اُفتادگی سے ہُوں غبارِ خاطرِ دشمن
کبھی آوارہ پھرتا ہوں نسیمِ بُوستاں ہو کر

جبیں سائی سے میری مٹ گیا تقدیر کا لکھا
مُقدّر گھس گیا آخر کو سنگِ آستاں ہو کر

کسی کی خاطرِ محزوں کا میں کانٹا نہیں بنتا
کسی کی بزم میں رہتا نہیں بارِ گراں ہو کر

کبھی ہم پر کبھی رشکِ چمن کی مہربانی تھی
کبھی ہم بھی چمن میں تھے بہارِ بُوستاں ہو کر

فروغِ حیدرآبادی تو اِک چلتا ہوا نِکلا
زمانے کو مسخّر کر لیا جادو بیاں ہو کر



نہ نماز آتی ہے مجھ کو نہ وضُو آتا ہے
سجدہ کر لیتا ہوں، جب سامنے تُو آتا ہے

رُسوائیاں تمہاری ہر سو فروغ پھیلیں
جن سے جہاں ملے ہیں یہ تذکرہ سُنا ہے



غنی ہم کو قناعت نے کیا ہے تنگ دستی میں
ہمیں کونین کی دولت ملی ہے فاقہ مستی میں

بسر آرام سے ہوتی تھی جب تک تھے عدم میں ہم
پھنسے آفت میں جب سے آئے ہیں دنیا کی بستی میں

"صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ می گردد"
نہیں کام آتے ہیں احباب اپنی تنگ دستی میں

جدھر دیکھو اٹھا کر آنکھ حیرت مجھ کو ہوتی ہے
عجب کچھ شعبدے دیکھے تماشا گاہ ہستی میں

بھلا زاہد نہ کیوں سجدہ کریں ہم ان بتوں کو اب
خدا کی شان آتی ہے نظر اس بت پرستی میں

کروں زاہد میں توبہ کس طرح اب تیرے کہنے سے
گزاری عمر ساری ہیں نے اپنی مئے پرستی میں

فروغِ حسن پر اپنے تجھے ایسا ہوا دعویٰ
خدائی کا تو اب منکر ہوا ہے خود پرستی میں

غبارِ خاطرِ ناشاد ہوں میں
کہ مٹنے کے لیے آباد ہوں میں

جفا و جور سے بھی شاد ہوں میں
حریصِ لذتِ بیداد ہوں میں

شگفتہ غنچۂ اُمید کیا ہو
نہاں گلشنِ برباد ہوں میں

لبِ معجز نما سے زندگی ہے
خرامِ ناز سے برباد ہوں میں

بڑی مشکل میں کی امداد میری
فدائے بازوئے جلّاد ہوں میں

نہ کر پامال گردش ہائے افلاک
کسی بھولے ہوئے کی یاد ہوں میں

تمنّا وصل کی تو اور شئے ہے
تمہارے ہجر سے بھی شاد ہوں میں

تمہارے ناوکِ مژگاں کے ہوتے
رہینِ نشترِ فصّاد ہوں میں

مجھی پر آنکھ رہتی ہے عدو کی
فروغِ ابدیدۂ حسّاد ہوں میں



ہوں کبھی شہر میں گاہے سوئے صحرا میں ہوں
باغِ عالم میں جدھر دیکھو تماشا میں ہوں

تجکو دعوےٰ ہے اگر غیرتِ لیلےٰ میں ہوں
مثلِ مجنوں کے ترا عاشقِ شیدا میں ہوں

ایک مدت سے پھر آتا ہے ترا شوقِ وصال
دربدر خاک بسر دہر میں رسوا میں ہوں!

مثلِ زاہد نہیں طاعت پہ بھروسہ مجھکو
لائقِ مغفرت و عفوِ خدایا میں ہوں

ایک مدت سے یہی مجھکو تمنا ہے فروغ
اُسکے مُنہ سے یہ نکل جائے کہ تیرا میں ہوں



(بہ شکریہ رسالہ پیامِ محبوب)
حسین یافعی صاحب



تعلق مُدّتوں کا ترک اس سے ہو تو کیونکر ہو
خدا کے واسطے ناصح نہ اتنا تو مرے سر ہو

مرے رونے پہ کیوں بیداد آئی اے ستمگر ہو
نکل آتے ہیں آنسو آنکھ سے جب صدمہ دِل پر ہو

پری رُخسار بھی ہو اور حُوروں سے بھی بہتر ہو
وفا ہی جب نہیں تم میں تو دشمن کے برابر ہو

عدُو فرقت میں تڑپے اور وہ مہماں مرے گھر ہو
کبھی تو دَور ایسا بھی سپہرِ کینہ پرور ہو

کبھی دشمن کی حسرت ہے کبھی میری کدُورت ہے
جگہ میری وفا کی پھر تمہارے دل میں کیونکر ہو



تعریف کیا لکھوں شہِ عالی مقام کی
مدحت فزوں گماں سے ہے شاہِ نظام کی

قایم رہے الٰہی یہ شوکت نظام کی
جب تک نمود دہر میں ہے صبح و شام کی

نوشیرواں کا نام بھی دنیا سے اٹھ گیا
شہرت جو عدل میں ہوئی شاہِ نظام کی

روشن رہے ستارۂ اقبال شاہ کا
یا رب قبول کر تو دعا اس غلام کی

دن تو گزر گیا رخِ روشن کی یاد میں
لائے گی یاد زلفِ بلا سر پہ شام کی

کوٹھے پہ چڑھ کے اے شہِ خوباں ذرا تو دیکھ
اب تجھ سے التجا ہے یہی خاص و عام کی

نکلے ہیں سیرِ باغ کو لیکن خبر نہیں
جانیں نکل رہی ہیں یہاں خاص و عام کی

ہو عمرِ خضر کی تری اے شاہِ نیک نام
ہے اب دعا خدا سے یہی خاص و عام کی

جب تک فروغ چرخ پہ ہے مہر و ماہ کا
قائم یہ سلطنت رہے شاہِ نظام کی

★ طرحی مشاعرہ منعقدہ ۱۳۱۶ھ [illegible] ۳۲ [illegible]



کسی صورت عدو کی ترکِ اُلفت ہو نہیں سکتی
ہمارے حال پر تیری عنایت ہو نہیں سکتی

کبھی تیرے سوا دل دوسرے پر آ نہیں سکتا
کسی پر اب مری مائل طبیعت ہو نہیں سکتی

بنی ہے مہر لب پیہم محبت اس ستمگر کی
بیاں اب داستانِ دردِ فرقت ہو نہیں سکتی

الٰہی میرا دل اس سنگ دل سا دل تو بن جائے
مری تقدیر گر دشمن کی قسمت ہو نہیں سکتی

یہ ہو سکتا ہے دنیا بھر کو چھوڑوں تیری خاطر سے
رقیب رُو سیہ کی مجھ سے منت ہو نہیں سکتی

تصور میں بھی تم بارِ نزاکت سے نہیں آتے
تمہارے وصل کی اب کوئی صورت ہو نہیں سکتی

خدا کی شان ہے عشقِ عدو میں روتے پھرتے ہیں
جو کہتے تھے کبھی تاثیرِ اُلفت ہو نہیں سکتی

گھلایا ضعف نے ایسا فراقِ یار میں مجھکو
تصور میں بھی قائم میری صورت ہو نہیں سکتی

حجاب آتا ہے تجھ کو دشمن مہر و وفا کہتے
کسی پردے میں اب تیری شکایت ہو نہیں سکتی

فروغِ نیّرِ تقدیر ضو بخشِ تمنا ہے
شبِ وصلِ ستمگر شامِ فرقت ہو نہیں سکتی



ہو ترقی پر مرا دردِ جُدائی اور بھی
اور بھی اے بے وفا کر بے وفائی اور بھی

ہونے پایا تھا ابھی خوگر نہ دردِ ہجر کا
آگ رشکِ غیر نے دل میں لگائی اور بھی

دیکھیے مُڑ کر نگاہ ناز کے قربان میں
ایک بار اے فتنہ گر جلوہ نُمائی اور بھی

فائدہ کیا ایسے ہرجائی سے ملنے میں فروغ
ہو گی دنیا میں تمہاری جگ ہنسائی اور بھی





ہمارے خانۂ دل میں کبھی تشریف لائیے بھی
کہا کرتے تھے آئیں گے کسی دن آپ آئیے بھی

نہ میرا بختِ بد چمکا نہ بدلی غیر کی قسمت
فلک نے سیکڑوں نقشے بنائے بھی لگائے بھی

ادائیں بھی، نگاہیں بھی تری سب دیکھی بھالی ہیں
سمجھتے ہیں ترے ظالم اشارے بھی کنائے بھی

تغافل نے ترے ایسی مری صورت بنائی ہے
تڑپتے ہیں مرے دیکھے سے اپنے بھی پرائے بھی

کسی کو غیر سے ملتے ہوئے دیکھا نہ جائے گا
کہیں اے رشکِ دشمن مرحلوں میں موت آئے بھی

غضب یہ ہے تمہیں ارماں پسندی بھی نہیں آتی
دکھانے کو کلیجہ چیر کر کوئی دکھائے بھی

کوئی پوچھے فروغِ مبتلا کے دل کی کیفیت
محبت ایسی شے ہے جو ہنسائے بھی رلائے بھی



پہلے جو تھی کہاں وہ ترے لب پہ آج ہے
ہم کو تو اب بھی دردِ محبت کی لاج ہے

کل تک نہ تھی جو بات وہ منظور آج ہے
یہ بھی مزاج ہے کوئی ظالم مزاج ہے

پھر پایا اُن نے تو نے ستم بھی اگر کیا
تیری نشانیوں کی کیسے احتیاج ہے

عرضِ نیاز عشق پہ تیور بدل گئے
کیسا اکھڑ کھرا ترا ظالم مزاج ہے

لٹتی ہے میری دولتِ دل تو لٹا کرے
رالیوں کا راج ہے نہ کوئی تخت و تاج ہے

اتنی جفا پہ ملتے نہ اسطرح تم سے ہم
دردِ جگر کا پاس ہے ملنے کی لاج ہے

سنتے نہ تھے کسی کی کبھی ہم جلی کٹی
وہ بھی مزاج تھا کبھی یہ بھی مزاج ہے

سو کروٹیں بدلتا ہے پہلو میں رات دن
اب میرا دردِ دل بھی تمہارا مزاج ہے

زخمِ جگر ہمارا کہیں مندمل نہ ہو
اُن کے ستم کی اب بھی ہمیں احتیاج ہے

ہم آدمی نہیں ہیں ہمارا نہیں ہے دل
اُن کا مزاج تو ستم آرا مزاج ہے

مُدّت ہوئی ہے ترکِ محبت کیے ہمِے
لیکن فروغ دل کا وہی اختلاج ہے



اُس کی گلی میں دونوں کھوئے گئے کچھ ایسے
مَیں دل کو ڈھونڈتا ہوں دل مجھ کو ڈھونڈتا ہے



خاک چھانی کو بہ کو اے بے وفا تیرے لیئے
مِٹ گیا تیرا فروغِ مُبتلا تیرے لیئے

جو نہ سہنا تھی سہی ہم نے مصیبت ہجر کی
جو نہ کرنا تھا کیا اے بے وفا تیرے لیئے

ہوش آتے ہی ہمیں کو تھا ہلانا خاک میں
کیا اسی دن کے لیے کی تھی دُعا تیرے لیئے

وائے ناکامیٔ اُلفت وائے مجبوریٔ عشق
غیر سے کرنی پڑی ہے التجا تیرے لیئے

اب بھی کی تُو نے وفا تو مَیں وہی ہوں جاں نثار
اب بھی حاضر ہے فروغِ مُبتلا تیرے لیئے





عشقِ ابرو میں کسے آرام ہے
حلق پر رکھی ہوئی صمصام ہے

چین سے رہنے نہیں دیتا کہیں
دل بھی گویا گردشِ ایام ہے

مرتے مرتے بھی مجھے ہے تیری یاد
نزع میں بھی لب پہ تیرا نام ہے

ہر قدم پر فتنے ہوتے ہیں بپا
تیری ٹھوکر کا قیامت نام ہے

آفتابِ حشر کہتے ہیں جسے
دوسرا وہ بھی تمہارا نام ہے

دے رہی ہے یہ خبر شامِ شباب
صبحِ پیری موت کا پیغام ہے

میکدہ ہے ہجر میں ماتم کدہ
دردِ سر سے بڑھ کے دورِ جام ہے

آپ نے پوچھا تو اچھا ہے مزاج
ہر طرح تسکین ہے آرام ہے

جان کر مجھ کو تجاہل دیکھئے
پوچھتے ہیں آپ کا کیا نام ہے

دیکھنے کو مرتے دم آئے ہیں آپ
جائیے بس جائیے آرام ہے

اپنے ہی شعر و سخن سے اے فروغ
حیدرآبادِ دکن کا نام[1] ہے



[1] ★ طرحی مشاعرہ منعقدہ سنہ ۱۳۲۰ھ "مدحِ آصف ہر بشر کا کام ہے"
از جانب ممبران شاد کلب علاقہ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر
گلدستہ مرتبہ نواب عزیز یار جنگ، عزیز تلمیذ داغ، سکریٹری شاد کلب

قطعۂ تاریخ
بمسرّت اشاعتِ کلامِ فروغ حیدرآبادی

رقم جو شعر میں ہوئیں وہ دل کی واردات ہیں
نہیں ہے اس میں شائبہ بھی دور تک دروغ کا
یہ حسبِ حال لکھ دیا ہے عیسوی میں سالِ طبع
کہ متقی یہ بے بہا کلام ہے فروغ کا

۱۹۶۹۸

نتیجۂ فکر: ڈاکٹر سیّد عبّاس متّقی

قطعۂ تاریخ
حضرت محمّد عبدالولی فروغ حیدرآبادیؒ کے کلام کی اشاعت
کے پُرمسرّت موقع پر

داغ کا ہو سلسلہ، یا باغ کی ہوں محفلیں
سُخنوروں میں آج بھی نام ہے فروغ کا
فروغِ مبتلا کے شعر سن کے سب نے یہ کہا
مرحبا یہ بے شبہ کلام ہے فروغ کا

۱۹۶۹۸